(۱)

"اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے"

ایک اہم تقریر

جس میں
زندگی کے مسائل پر نئے طرز سے سوچنے اور نئے
طریقہ پر کوشش کرنے کی دعوت دی گئی ہے

ابوالحسن علی ندویؒ

تحریک پیامِ انسانیت
پوسٹ بکس ۹۳۔ ندوہ، لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

۲
ناشر
تحریک پیامِ انسانیت
پوسٹ بکس ۹۳- ندوہ لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

"اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے"

"کل ہند تحریک پیامِ انسانیت" کے زیر اہتمام ایک جلسہ سے ۲۲ر مئی ۱۹۷۵ء کو لکھنؤ کے تاریخی مقام گنگا پرشاد میموریل ہال امین الدولہ پارک میں مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندویؒ (سابق ناظم ندوۃ العلماء) نے خطاب فرمایا، اس جلسہ میں مسلم اور غیر مسلم تعلیم یافتہ عوام وخواص نے ہزاروں کی تعداد میں شرکت کی، اور پورے غور وتوجہ سے مولانا کی تقریر سنی۔ یہ تقریر مسلسل دو گھنٹے جاری رہی۔ یہ تقریر ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے دانیال احمد بجنکلی ندوی نے قلم بند کی۔ تلخیص، ترتیب، ذیلی عناوین اور محترم مقرر کی نظر ثانی کے بعد یہ تقریر نذر قارئین ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہم نے بہت انتظار کیا

افسوس ہے کہ
اس لمبے چوڑے ملک میں
(جس میں کروڑوں انسان بستے ہی
اور بڑے سے بڑے انسان ہیں)
اخلاقی کمزوریوں کو دُور کرنے اور روحانی
اور انسانی زندگی کو رواج دینے کے لئے
کوئی تحریک اور کوئی جماعت نظر نہیں آتی۔
ہم نے بہت انتظار کیا
اور
آخر یہ فیصلہ کیا کہ جو کچھ بن پڑے
اس کو شروع کر دیں۔

(تحریک پیامِ انسانیت)

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے"

حضرات !

اس موقع پر جو کچھ کہنا چاہتا ہوں اس کے اظہار کے لئے ایک شعر سے کام لوں گا، وہ شعر لکھنوی مذاق اور لکھنوی زبان کا شعر ہے، لکھنؤ کے ایک مشاعرہ میں جو نوابی عہد میں ہوا تھا اور جس میں لکھنؤ کے بڑے بڑے اساتذہ موجود تھے، جب ایک کمسن شاعر نے اپنی غزل کا یہ مطلع پڑھا تو مشاعرہ میں دھوم مچ گئی، مطلع یہ تھا۔

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینہ کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اس شعر کا دوسرا مصرعہ زیادہ مشہور ہے اور خاص موقعوں پر پڑھا جاتا ہے، اس کو ایسے موقع پر پڑھتے ہیں جب کسی گھرانے کا کوئی بچہ بڑا ہو نہار ہو، جس کی پیشانی پر بڑائی کے آثار کندہ ہوں اور کچھ امیدیں اپنے خاندان کی اور جاننے

www.abulhasanalinadwi.org

والوں کی اس سے وابستہ ہوں، اگر اس سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی ہے اور وہ اپنے خاندان کے نام کو بٹہ لگاتا ہے یا اپنے خاندان کے لئے کسی مصیبت کا باعث بن جاتا ہے تو لوگ کہتے ہیں ع

(اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

(آپ دیکھئے کہ آج دُنیا کا نقشہ ایسا ہی ہے، انسانیت کے گھرانے کو مشرق سے لیکر مغرب تک، شمال سے لیکر جنوب تک، اس گھر کے چراغ ہی سے آگ لگی ہے باہر سے یہ آگ نہیں آئی۔)

تاریخ انسانی کے کسی دور میں یہ نہیں ہوا کہ جانوروں، درندوں، سانپوں اور بچھوؤں نے انسانیت پر کبھی کوئی منظم حملہ کیا ہو، تاریخ میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ فلاں سلطنت کا زوال اس طرح ہوا، اور ملک کی اینٹ سے اینٹ اس طرح بجی کہ شہر کے چیتوں، شیروں اور بھیڑیوں نے اس پر یلغار کی اور انسانوں کو لقمۂ اجل بنالیا، اور تہذیب کا چراغ بھی گل ہو گیا، سانپ اور بچھو تو شہر کے اندر بھی ہوتے ہیں لیکن ایک گھر یا ایک خاندان کے متعلق بھی تاریخ میں لکھا ہوا نہیں ملتا کہ سانپوں اور بچھوؤں کی وجہ سے اس گھر کا صفایا ہوا ہو، محلے کا محلہ صاف ہو گیا ہو، انسانی تاریخ کے جتنے بھی المیے (TRAGEDIES) ہیں، ملکوں اور قوموں کی تباہی سوسائٹیز اور معاشروں کی بربادی کے جتنے واقعات ہیں وہ سب انسانوں کے کرتوت ہیں اگر مجھے معاف کیا جائے تو میں کہوں کہ انسانی تاریخ کے بڑے بڑے المیے اور انسانوں پر جو بڑی بڑی مصیبتیں آئیں وہ زیادہ تر ان انسانوں کی لائی ہوئی تھیں۔ جو زیادہ پڑھے لکھے تھے جو زیادہ

www.abulhasanalinadwi.org

مہذب، شائستہ اور آسودہ تھے اور اگر یہ کہا جائے کہ بہت زیادہ ذہین اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ تھے تو غلط نہ ہوگا، کسی ملک کو کبھی جاہل، کندۂ ناتراش بے پڑھے لکھے انسانوں نے تباہ نہیں کیا، ایک واقعہ بھی تاریخ میں نہیں مل سکتا کہ کوئی ملک اس ملک کے جاہلوں کے ہاتھ تباہ ہوا ہو ان بیچاروں میں اتنی سمجھ نہیں ہوتی وہ تو بیچارے موٹی موٹی باتیں جانتے ہیں، ان کو تو کھانا پینا ملتا رہے وہ تو تباہ کن آلات ایجاد بھی نہیں کر سکتے، ان کا ذہن وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتا، قوموں اور سوسائٹیوں کی تباہی کچھ ہنسی کھیل نہیں ہے، وہ کسی ایک دو افراد کی غلطی یا کسی ایک طبقہ کے ظلم کا نتیجہ نہیں ہوتا جب کسی تمدن کا قوام بگڑ جاتا ہے، تمدن جب سڑ جاتا ہے اس میں تعفن پیدا ہو جاتا ہے تو تباہی آتی ہے۔

غلامی اور محکومی کے اسباب

تاریخ میں ایسی بہت کم مثالیں ہیں کہ کسی قوم نے کسی قوم پر سیکڑوں، ہزاروں برس تک حکومت کی ہو یہ تو غیر فطری چیز ہے کہ کوئی قوم باہر سے آئے اور اس کو غلام بنائے اور صدیوں تک غلام ہی رکھے، بعض قوموں کے زوال سے یا کسی بادشاہ یا حکمراں کی غلطی سے ایسی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے، خود ہندوستان کی تاریخ پر نظر ڈالئے جب یہ انتظام بگڑا اور لوگوں کی عزت و آبرو خطرہ میں پڑ گئی، زندگی ان کے لئے عذاب بن گئی، نہ امن وامان تھا، نہ سکون واطمینان، اس وقت ملک کی آبادی زبان حال سے کہتی تھی کہ کوئی اور طاقت ملک کا انتظام سنبھالے اور ہم کو اس عذاب سے نجات دے۔

پیغام دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک پیغام جو آفیشل ہوتا ہے، قانونی

www.abulhasanalinadwi.org

اور تحریری ہوتا ہے، اور ایک پیغام ہوتا ہے جو دل، دماغ اور روح کی زبان سے ادا ہوتا ہے۔ روح کہتی ہے اور روح سنتی ہے، قوم کی روح جو ستائی ہوئی اور کرب واذیت میں ڈوبی ہوتی ہے فریاد کرتی ہے، بچوں کی آہ وفغاں، عورتوں کی نالہ وفریاد، دُکھے ہوئے انسانوں کی آہیں ان کے دل کی کراہ خدا تک ہزاروں پردوں کو چاک کر کے پہنچتی ہے، اگر اس کی راہ میں سمندر حائل ہو، پہاڑ حائل ہوں، وہ اس کراہ کو روک نہیں سکتے، جیسے کہ اللہ کے پیغمبر نے فرمایا کہ "مظلوم کی آہ سے بچو! اس لئے کہ وہ سیدھی آسمان تک پہنچتی ہے، کوئی چیز اس کو روک نہیں سکتی۔" خدا کو اپنی مخلوق پر پیار آتا ہے، ہم کو اور آپ کو نہ ہو، اللہ کو اپنی مخلوق سے بہر حال پیار ہے، ہر بنانے والے کو اپنی بنائی ہوئی چیز سے پیار ہوتا ہے، ایک کمہار کو اپنی مٹی کی بنائی ہوئی چیز سے پیار ہوتا ہے، خدا کی مخلوق کہیں ہو، جب اس کا دل دُکھے گا، جب اس کی انسانیت پامال ہوگی، جب اس کی ہستی کو خاک میں ملایا جائے گا، جب اس کے حق کا خون کیا جائے گا، جب حقیقت کا انکار کیا جائے گا، جب دن کو رات اور رات کو دن کہا جائے گا، جب بچوں کے منہ سے نوالہ چھین لیا جائے گا، جب بیواؤں کے سر پر سے دوپٹہ اتار لیا جائے گا، جب غریب کے چولہے پر سے توا کھینچ لیا جائے گا تو در و دیوار سے آواز آنے لگتی ہے کہ ہماری مدد کرو، ہماری مدد کرو۔ اس وقت خدا یہ نہیں دیکھتا کہ ان غریبوں اور دُکھ کے مارے انسانوں کو نجات دلانے والا کہاں سے آتا ہے۔ یہی انسانی تاریخ کا بار بار کا تجربہ ہے کہ جب لوگ زندہ درگور ہو کر زندگی گزارتے ہیں، جن کا ایک گھنٹہ ایک ساعت گزارنا مشکل ہو جاتا ہے، اس وقت پورے ملک کا پتہ پتہ تنکا تنکا اور در و دیوار یہ صدا

www.abulhasanalinadwi.org

لگاتے ہیں کہ ہمیں بچاؤ، زندگی عذاب بن گئی ہے، ہم ان اپنوں کو لیکر کیا کریں، یہ ہمارے کس کام کے جو امن قائم نہیں رکھ سکتے، اس وقت خدا ان کو سزا دیتا ہے، ان غریبوں کی مدد کرتا ہے اور آپ دیکھیں گے تاریخ میں جب کبھی ایسی صورت حال پیدا ہوئی تو باہر سے کوئی اور قوم آئی اس نے ملک کا نظم ونسق سنبھال لیا، فائدہ بھی پہنچایا، اور فائدہ بھی اٹھایا، اس صورت حال پر آپ جتنے بھی چیں بہ جبیں ہوں، آپ کو اختیار ہے لیکن مجھے اس پر بالکل تعجب نہیں آتا، کیونکہ خدا کو بہر حال اپنی مخلوق کی دادرسی کرنی ہے اور اس صورت حال میں زیادہ دن باقی رہنے کی صلاحیت نہیں۔ میرے نزدیک بیرونی حکومت کی یہی توجیہہ ہے کہ وہ ملک کے ذمہ داروں اور برسرحکومت طبقہ کی بے عنوانیوں اور نااہلی کی سزا اور مظلوموں کی آہ وفغاں کا نتیجہ ہوتی ہے۔

بیرونی حکومت اور ملکی حکومت کا فرق

لیکن یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ انگریزوں کو جنہوں نے اس ملک پر سو برس تک حکومت کی اس ملک سے کوئی تعلق نہ تھا، وہ ان کے نزدیک صرف ایک دودھ دینے والی گائے کی حیثیت رکھتا تھا، وہ تو اپنے اور اپنی قوم کے مفاد کے لئے آئے تھے اور چلے گئے۔ اگر وہ یہاں سے ریل کی پٹریاں اور مکانوں کے دروازے اور کھڑکیاں اکھاڑ کر لے جاتے تو مجھے کچھ تعجب نہیں تھا۔ اس لئے کہ ان کو اس ملک میں رہنا ہی نہیں تھا، وہ اس ملک میں رہ کر بھی اپنے ملک کی فکر میں رہتے تھے۔

لیکن تعجب اس پر ہے کہ ؎

"اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے"

www.abulhasanalinadwi.org

انگریز اس گھر کے چراغ نہیں تھے، سچی بات یہ ہے کہ وہ اس گھر کی آگ تھے، اگر وہ آگ لگاتے بھی تو ہمیں تعجب نہ ہوتا، وہ یہاں مہمان کی طرح آئے اور مہمان کی طرح رہے اور مہمان کی طرح چلے گئے، ان کے تو دن گنے ہوئے تھے۔ انگریزوں کے جانے کے بعد اس ملک کے ساتھ اپنوں نے جو سلوک کیا وہ سلوک حیرت انگیز ہے، آپ مجھے معاف کریں، میں آپ ہی میں کا ایک فرد ہوں، اگر میں آپ کی شکایت کرتا ہوں تو اپنی ہی شکایت کرتا ہوں، اگر میں آپ پر تنقید کرتا ہوں تو اپنے پر تنقید کرتا ہوں۔ یہاں آپ کو بلانے کا مقصد ہی یہ ہے کہ آپ صورتحال کا جائزہ لیں اور ہم اقرار کریں۔

"اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے"

جن لوگوں نے اس ملک کا چارج لیا وہ اس ملک کے اصلی باشندے تھے، جن کی قسمت اس ملک سے وابستہ تھی، جن کو اس ملک میں جینا اور اس ملک میں مرنا تھا اور جنہوں نے آزادی کی لڑائی جوش و خروش سے لڑی، یہ امین آباد پارک جو آپ سے چند گز کے فاصلے پر ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ آواز وہاں پہنچ رہی ہے، یہ پارک ابھی تک گاندھی جی، پنڈت موتی لال نہرو، پنڈت جواہر لال، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا ابوالکلام آزاد کی تقریروں سے گونج رہا ہے، یہ گنگا پرشاد میموریل ہال جس میں آپ اس وقت جمع ہیں، یہ اس احتساب کے لئے بہت موزوں مقام ہے، یہ جنگ آزادی کے رہنماؤں کا خاص ایوان اور اسٹیج رہ چکا ہے، میں نے بھی ان کی تقریریں سنی ہیں، آج گویا میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں، مولانا آزاد، مولانا شوکت علی اس جگہ کھڑے ہو کر تقریر کر رہے ہیں، یہ کل کی

www.abulhasanalinadwi.org

بات مجھے معلوم ہو رہی ہے اور یہ امین آباد پارک تو جنگ آزادی کے عظیم ترین اسٹیجوں میں سے ایک اسٹیج تھا، ہمارے لکھنؤ کو فخر ہے۔ آزادی کی لڑائی میں اس کا وہ حصہ ہے جو ہندوستان کے کم شہروں کا حصہ ہوگا۔ سائمن کمیشن ہندوستان آیا ہوا ہے، ملک کے رہنماؤں کی طرف سے اس کے بائیکاٹ کی اپیل کی گئی ہے، اسی سلسلہ میں امین آباد پارک میں ایک زبردست جلسہ ہوا، جس میں مولانا محمد علی جوہر اور پنڈت جواہر لال نہرو کی تقریر ہوئی، میں اس جلسہ میں شریک تھا۔ اسی لکھنؤ میں آزادی کا صور پھونکا گیا، اسی پارک میں ولایتی کپڑوں کو آگ لگائی گئی، یہ میری آنکھوں کے سامنے کے مناظر ہیں۔

صرف لکھنؤ ہی میں نہیں، سارے ہندوستان میں ایک آگ لگی ہوئی تھی۔ اگر کوئی شخص دیکھتا تو وہ کہتا کہ وہ لائق ترین لوگ ہیں جو اس ملک کی کشتی پار لگائیں گے یہ وہ لوگ ہیں جو اس ملک کو ایک گلدستہ بنادیں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو اس ملک سے ہر قسم کا دکھ درد دور کردیں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو صرف ہندوستانیت ہی نہیں بلکہ انسانیت کو سربلند کریں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے زمانے میں ہر قسم کی تکلیفیں دور ہو جائیں گی۔ بدامنی کافور ہو جائے گی۔ ناانصافی کوئی جانے گا بھی نہیں، عدالتیں انصاف کا پیکر ہوں گی، محکمے ذمہ داری اور امانت داری کا نمونہ ہوں گے، پولیس کی ضرورت نہیں ہوگی، ہندو مسلمان اسطرح سے ایک دوسرے سے گلے مل رہے ہونگے جیسے بھائی بھائی۔ اتحاد و محبت اور ایثار و قربانی کے یہ مناظر آپ میں سے بہت سے لوگوں نے دیکھے ہونگے، کسی کے وہم وخیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد

www.abulhasanalinadwi.org

اس ملک کا یہ نقشہ ہوگا جو ہم دیکھ رہے ہیں۔ یہ ملک تو خود اہل ملک کے ہاتھ سے تباہ ہوا، لیکن جیسا میں نے کہا کہ ؎

"اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے"

آج سارے ملکوں اور ساری دُنیا میں انسانیت جس طرح پامال ہو رہی ہے وہ تو ایک لمبی داستان ہے اور ایک عام موضوع ہے، میں اس پر کیا روشنی ڈالوں؟ اس کے لئے تو بہت اسٹیج ہو سکتے ہیں۔ موٹی موٹی کتابیں بھی لکھی جا سکتی ہیں۔

آپ کی کہانی کہنی ہے

لیکن آج مجھے آپ سے آپ کی کہانی کہنی ہے اور مجھے تو اپنا اور آپ کا محاسبہ کرنا ہے، خود مدعی بن کر میں آپ کے اور اپنے خلاف آپ ہی کی عدالت میں مقدمہ دائر کرتا ہوں، آج ہمارے سامنے ملک کا جو نقشہ ہے کیا جنگ آزادی کے رہنماؤں کے وہم گمان میں بھی آسکتا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان میں سے کسی کے ذہن میں یہ بات آجاتی تو شاید ان کے ہاتھ پاؤں ست ہو جاتے اور جس جوش و خروش کے ساتھ جنگ آزادی لڑ رہے تھے وہ ختم ہو جاتا۔

ہم نے ملک کی کیا حالت بنا رکھی ہے، ہم اپنے ہاتھوں سے کس طرح اس کا حلیہ بگاڑ رہے ہیں جیسے یہ ملک کسی دشمن کے ہاتھ لگ گیا ہے اور وہ اچھی طرح اس سے انتقام لینا چاہتا ہے، اپنے دل کا بخار نکال رہا ہے، بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس کو اُجاڑ کر رکھ دینا چاہتے ہیں اور اس کو کسی قابل رہنے دینا نہیں چاہتے۔ اس ملک کے ساتھ ہمارا معاملہ ایک دشمن، حریف قوم کا سا معاملہ ہے۔ ریلوں پر سفر کر کے آپ دیکھ لیجئے، بسوں پر سفر کر کے آپ دیکھ لیجئے، آپ

www.abulhasanalinadwi.org

کسی شعبہ میں جاکر دیکھ لیجئے، انصاف کے ساتھ کیا ہو رہا ہے، ہم خود اپنے ملک کو اپنے ہاتھ سے تباہ کر رہے ہیں۔ ریل کا حال یہ ہے کہ پنکھے، نلوں کی ٹونٹیاں، کھڑکیاں، سیٹوں کے چمڑے چرائے جاتے ہیں، گلیوں میں مین ہول کے ڈھکن چرالئے جاتے ہیں، اس کی بھی پرواہ نہیں ہوتی کہ معصوم بچوں کی اس میں جان چلی جائے گی۔

ایسی پستی ایسی گراوٹ

ایک ایسی انسانی پستی، ایک ایسی گراوٹ کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں، ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں ایسے مجمع کے سامنے مجھے کہتے ہوئے تکلیف محسوس ہوتی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ میں اپنے مقام سے گر رہا ہوں، لیکن حقائق ہیں جن کے بغیر صورتحال کی صحیح عکاسی اور تصویر آپ کے سامنے نہیں آسکتی، پھر یہ دیکھئے کیا ایک شہری دوسرے شہری کو اپنا بھائی سمجھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ یہ خدا کا بنایا ہوا ایک انسان ہے؟ بالکل نہیں۔ ہر شخص دوسرے کو اس نظر سے دیکھتا ہے کہ یہ ایک شکار ہے۔ آج ہمارے معاشرہ اور انتظامیہ میں قیمتی انسان سے ایک موذی جانور کا سا سلوک کیا جاتا ہے، آج یہ حال ہو گیا ہے کہ ہم اپنے ہی طرح انسانوں کو، اپنے ہم وطن کو، اس ملک کے شہری کو اپنا بھائی نہیں سمجھتے، ہماری نظر اس کی جیب پر رہتی ہے، ہماری نظر اس کے دھڑکتے ہوئی دل، ہماری نظر اس کی سلگتی ہوئی روح، ہماری نظر اس کے بلکتے ہوئے بچوں، ہماری نظر اس بوڑھی ماں، اس کے غریب خاندان پر نہیں ہوتی، ہماری نظر اس کی جیب کے چار پیسوں پر رہتی ہے۔ سارے ملک کا یہ حال ہو گیا ہے کہ کسی کو کسی سے ہمدردی معلوم نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

ہوتی، سارا ملک ایک منڈی اور ایک جوا خانہ بن گیا ہے جس میں ایک کی جیت اور ہزاروں کی ہار ہے۔ کسی کے دل میں کوئی بلند جذبہ، بلند تخیل، انسانیت کا احترام، خدا کا لحاظ باقی نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے دل و دماغ پر کوئی فالج گر گیا ہے، ہمارا ضمیر مفلوج ہو کر رہ گیا ہے، ہمارے ضمیر میں ملامت کرنے کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہی۔ سب اقدار Valuse ختم ہو چکے ہیں اور صرف ایک Value باقی ہے اور وہ ہے پیسے کی محبت۔ اور اس صورت حال اور اس بگاڑ سے کوئی پنجہ آزمائی کرنے کے لئے تیار نہیں۔ سارا ملک اور معاشرہ اصلاح اور سدھار سے مایوس نظر آتا ہے، یہ وہ خطرناک علامت ہے کہ جس سے ملک و قوم کبھی پنپ نہیں سکتے، اجتماعی بگاڑ نے پورے ملک کو کھوکھلا بنا دیا ہے اور ہر شخص اپنے ذاتی اغراض اور محدود مفادات کو پورے ملک پر ترجیح دے رہا ہے۔

انسانیت کو اس پر ماتم کرنا چاہئے اور انسانیت کے دعویداروں کو شرم کے مارے اپنی گردن جھکا دینی چاہئے، ہولناک حادثات پر پتھر پگھل جاتے ہیں مگر ہمارے معاشرہ نے سنگ دلی کے ایسے نمونے پیش کئے ہیں کہ جن کی مثال دُنیا کے کسی ملک میں نہیں ملتی۔

اجتماعی بگاڑ سے انفرادی بناؤ

اجتماعی بگاڑ سے انفرادی بناؤ کا جو مزاج اس ملک میں پیدا ہو گیا ہے اس نے وہ خطرات پیدا کر دئے ہیں جو کسی بیرونی طاقت سے بھی پیدا نہیں ہو سکتے۔ ریل اور ہوائی جہاز کے حادثے تو شاذ و نادر ہی پیش آتے ہیں لیکن ہر دفتر، ہر بازار، ہر شعبۂ زندگی میں وہ لوٹ گھسوٹ اور انسانیت و شرافت کی پامالی کا سلسلہ

www.abulhasanalinadwi.org

جاری ہے جو انسانوں کے لئے باعث ننگ وعار اور باعث شرم ہے، سارے ملک میں کام چوری، رشوت خوری اور اقربا پروری کا عام مزاج پیدا ہو گیا ہے۔ وہی ملک ہے جو انگریزوں کے زمانہ میں تھا، مگر نہ معلوم اس کی صلاحیت کار کو کیا ہو گیا ہے، نہ انتظام ہے نہ امن ہے، کسی شخص کو یہ پر مسرت احساس نہیں کہ وہ اپنے گھر میں ہے، لوگ بڑی سی بڑی عزت، بڑی سی بڑی دولت چھوڑ کر اپنے وطن آتے ہیں کہ وطن کی بات ہی دوسری ہوتی ہے، اپنا گھر اور اپنا ملک کہنے کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو وہاں اطمینان عزت اور خوشی حاصل ہو، ایک کو دوسرے پر بھروسہ ہو، ایک دوسرے کے دُکھ درد میں کام آئے اسی کا نام ہے اپنا گھر اپنا وطن، ایسے وطن میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہیں کہ جس میں آرام ملے، نہ امن وچین نصیب ہو، اپنے گھر اور اپنے وطن کا مطلب تو یہ ہے کہ انسان کو وہاں زیادہ آرام اور خوشی اور امن وعافیت نصیب ہو اور اگر یہ حاصل نہ ہو تو لوگ ایسے وطن سے کیا خاک محبت کریں گے۔

منفی حب الوطنی

۱۹۴۷ء میں انگریزوں کے چلے جانے کے بعد انسان دوستی، ہمدردی، خلوص ومحبت کا ایسا مثالی دور آنا چاہئے تھا کہ لوگ دور دور سے دیکھنے آتے، میں ڈنکے کی چوٹ پر کہوں گا کہ ہم نے اپنے کو اس ملک کے انتظام چلانے کا اہل ثابت نہیں کیا، ہماری حب الوطنی سلبی اور منفی Negative تھی، مثبت اور ایجابی (Possitive) نہ تھی یعنی ہماری اصل دلچسپی اور صلاحیت انگریزوں کے نکالنے پر مرکوز تھیں۔ ملک کو بنانے اور سنوارنے سے ہمیں زیادہ دلچسپی تھی اور نہ اس کی

www.abulhasanalinadwi.org

اہلیت کا ہم نے ثبوت دیا۔ بہت سے لوگ لڑائی جیت لیتے ہیں اور صلح ہار جاتے ہیں، بہت سی قومیں ہیں جو معتدل حالات میں اس صلاحیت کا ثبوت نہیں دیتیں جو غیر معتدل حالات میں انہوں نے دیا ہے۔ جنگ کے زمانہ میں آدمی کی قوت مقابلہ اس کی تمام کمزوریوں پر پردہ ڈال دیتی ہے، ہم ہندوستانیوں میں کمزوریاں تھیں، جنگ آزادی نے اس پر پردہ ڈال دیا تھا، جب ہیجانی دور ختم ہوا اور ہمارے امتحان کا دور آیا تو ہم ناکام ہوگئے، دولت جب تک نہیں ہوتی بہت سے لوگ عابد، زاہد بن جاتے ہیں لیکن دولت آنے کے بعد ان کا رویہ اور زندگی بدل جاتی ہے۔ اس طرح کا تجربہ ہمیں رات دن ہوتا رہتا ہے۔ جنگ کا زمانہ ان چیزوں پر توجہ کرنے کی فرصت نہیں دیتا، جنگ کی بھاپ نکل جانے کے بعد اس کی تہہ میں جو چیزیں ہیں وہ ابھر آتی ہیں۔ جب آزادی کی جنگ ختم ہوئی تو معلوم ہوا کہ ہم اہل نہیں، ہم صرف اپنا فائدہ چاہتے ہیں، ہمیں دوسرے کو فائدہ پہنچانے سے کوئی دلچسپی نہیں، معلوم ہوا کہ ہمارے اندر انسان کا دل نہیں ہے بلکہ چیتے، بھیڑئے اور درندے کا دل ہے۔ آخر چند برس میں یہ کایا پلٹ ہوگئی، لڑائی کے زمانہ میں ہم کیا تھے جنگ آزادی کے زمانہ میں ہم غریبوں کی خدمت کرتے پھرتے تھے، ہمارے جو ساتھی جیل میں تھے ہم ان کے گھروں کی سیوا کرتے تھے، تمام نفرتیں اور کدورتیں کافور ہوگئی تھیں۔ ہندو اور مسلمان کا کوئی بھید بھاؤ نہیں تھا، جنگ آزادی کی اس آگ نے ہماری آپس کی دشمنی کو پگھلا دیا تھا، لڑائی کے دوران میں تو اصلاح کا موقعہ نہیں تھا، لیکن جنگ آزادی شروع کرنے سے پہلے اور آزادی ملنے کے بعد ہمیں کتنا موقع ملا تھا مگر ہم نے اپنی تربیت کا اس مدت میں

www.abulhasanalinadwi.org

کوئی سامان نہیں کیا۔ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۷۵ء تک[1] کتنا موقعہ ملا تھا۔

اصلاح سے مایوسی خطرناک ہے

ہم میں کتنے ادارے ہیں، کتنے مصنفین وادباء ہیں جنہوں نے انسان میں صحیح شہری احساس، انسانیت کا احترام صحیح حب الوطنی پیدا کرنے کی مخلصانہ کوشش کی ہے؟ آج صورت حال سے ہر شخص پریشان ومایوس ہے، ہر مجلس کا موضوع گفتگو آج کی ابتر صورت حال ہے، ہر شخص یہ کہتا ہے کہ نہ کھانے کا مزہ ہے، نہ امن وامان ہے، لیکن اس صورت حال کے ہم سب ذمہ دار ہیں، اس گندے پانی میں ہم سب گلے گلے ڈوبے ہوئے ہیں، سب اس گندے پانی کے دریا سے اپنے مفاد کا موتی نکالنا چاہتے ہیں، اس گدلے پانی پر تنقید تو ہر شخص کرتا ہے مگر اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ اسی میں غوطے لگالے اور ہو سکے تو اس سے اپنے فائدہ کے موتی نکالے۔

یہ سب اس مایوسی کا نتیجہ ہے کہ اب اس ملک کی قسمت میں بگاڑ ہی لکھا ہوا ہے اور اس کی سدھار کی کوئی صورت نہیں۔ یہ مایوسی حد درجہ خطرناک اور ملک وقوم کے لئے بڑی مہلک ہے۔

نقار خانہ میں طوطی کی آواز

آج کا یہ جلسہ اور یہ حقیر کوشش نقار خانہ میں طوطی کی آواز سے زیادہ نہیں، ہندوستان کے ۵۵ کروڑ انسانوں کا یہ نقار خانہ، اس میں چند آدمیوں کی

---

(۱) اور اب ۱۹۷۹ء تک۔

www.abulhasanalinadwi.org

آواز کی حیثیت ہی کیا ہے، یہ صرف تکلیف دہ صورتِ حال پر احتجاج کرنے کے لئے راستہ تلاش کرنے کے لئے ہے کہ شاید کوئی اللہ کا بندہ ہمارے ساتھ شامل ہو جائے اور اس صورتِ حال سے ناپسندیدگی کا اظہار کرے۔

میرے دوستو! ملک اس وقت شدید خطرے میں مبتلا ہے، باہر سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں، وہ زمانہ گزر گیا جب ایک ملک دوسرے ملک پر حملہ کرتا تھا اور ایک قوم دوسری قوم کو غلام بناتی تھی، اس کا کوئی تصور نہیں کر سکتا کہ آج کے حالات میں کوئی ملک دوسرے ملک پر قبضہ کرے، لیکن صورت حال ایسی ہے کہ ہر شخص پریشان ہے اور وہ کسی نجات دہندہ کا منتظر ہے، ہمارے ملک کے لوگ اس صورت حال سے اتنے تنگ آچکے ہیں کہ نہ تو آزادی کے اعلیٰ اقدار کا خیال کرتے ہیں اور نہ اس دانشمندانہ لٹریچر کی کوئی پرواہ کریں گے جو آزادی کی فضیلت میں لکھا گیا ہے اور نہ اس زمانہ کے مصائب کا خیال کریں گے جو انگریزوں کے دور میں یہاں کے رہنے والوں نے برداشت کئے۔ وہ تو اس صورت حال کے تبدیل کرنے کے خواہش مند ہیں، جو اس ملک کی آزادی سے پورا فائدہ اٹھانے میں مانع ہے۔

آزادی کے بعد

ہندوستان کی آزادی کا تاریخ انسانی میں ایک مقام ہے، اس کا اس کتاب میں ایک زریں باب ہے، لیکن جس ملک کے رہنے والے اس ملک کے نظم ونسق (ایڈمنسٹریشن) سے مایوس ہوں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس ملک میں حق نہیں مل رہا ہے، ہمارا جائزہ مطالبہ ہمیں نہیں مل سکتا۔ ہم امن وعزت کی زندگی نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

گزار سکتے، اس سے بڑھ کر حکومت پر سے عوام کی بے اعتمادی اور کیا ہو سکتی ہے؟ لیکن یہ کروڑوں معصوم عوام، یہ راستہ کا چلنے والا عام آدمی (Man of street) جس نے سیاست کا ایک حرف بھی نہیں پڑھا ہے، یہ سیاسی داؤں پیچ نہیں جانتا، جو کہتا ہے صحیح کہتا ہے، یہ اس کے دل کی آواز ہوتی ہے۔ یہ زبان حال، زبان حقیقت، زبان واقعہ سے بار بار اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ میرا اعتماد اس نظام پر سے اٹھ چکا ہے۔

ایک پارٹی کا مسئلہ نہیں

میں کسی ایک پارٹی، کسی ایک جماعت ایک طبقہ کو نہیں کہتا، بلکہ ساری پارٹیوں، ایک دوسرے کے بعد کی آنے والی حکومتوں اور نئے تجربہ کی دعوت دینے والوں، ماہرین سیاست اور حکومت کے امیدواروں، سب کو کہتا ہوں کہ ان پر سے عوام کا اعتماد اٹھ چکا ہے، اگر آپ دلوں کو کرید سکیں اور اس کے لئے کسی عمل جراحی کی ضرورت نہیں، اسٹیج پر تقریر کرنا، مضمون لکھنا اور چیز ہے، اصل احساسات وہ ہیں جو گھر میں اور نجی مجلسوں میں ظاہر کئے جاتے ہیں اکبر الہ آبادی نے کہا۔

نقشوں کو تم نہ جانچو، لوگوں سے مل کے دیکھو
کیا چیز جی رہی ہے، کیا چیز مر رہی ہے

(حضرات! عام طور پر لوگ کسی خاص طبقہ یا چند افراد اور بعض اوقات تنہا کسی فرد کی پوری سوسائٹی کی خرابی کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان عناصر نے یا اس بگڑے ہوئے فرد نے پوری زندگی کو غلط رُخ پر ڈال دیا تھا، لیکن مجھے اس سے

www.abulhasanalinadwi.org

اتفاق نہیں، میں تاریخ کے مطالعہ کی بنیاد پر کہتا ہوں کہ ایک مچھلی تالاب کو گندہ کر سکتی ہے لیکن ایک فرد سوسائٹی کو بگاڑ نہیں سکتا۔ واقعہ یہ ہے کہ اچھی سوسائٹی میں برے آدمی کا گزر نہیں ہو سکتا وہ گھٹ گھٹ کر مر جائے گا، جس طرح مچھلی کو پانی سے نکال دیا جاتا تو وہ گھٹ مر جاتی ہے، اسی طرح جو سوسائٹی برائی کی ہمت افزائی نہیں کرتی وہ اسے خوش آمدید (Wel-Come) کرنے کے لئے تیار نہیں، اس میں برائی تڑپنے لگے گی، اس کا دم گھٹنے لگے گا اور وہ دم توڑ دے گی۔

ہر زمانے میں اچھے برے انسان ہوئے ہیں لیکن سب برائیوں کا ان کو ذمہ دار ٹھہرانا اور تمام برائیوں کو ان کے سر تھوپ دینا ٹھیک نہیں، اگر کچھ برے لوگ حاوی ہو گئے تھے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ پوری زندگی کا ہینڈل ان کے ہاتھ میں تھا وہ جس طرف چاہتے تھے زندگی کو موڑ دیتے تھے بلکہ بات یہ ہے کہ اس زمانے میں سوسائٹی میں خود خرابی آگئی تھی، اس زمانے کا ضمیر گندا ہو گیا تھا اس میں برائیوں کا رجحان پیدا ہو گیا تھا، اس کے اندر اندھیر ظلم اور خواہشات کو پورا کرنے کی زبردست خواہش پیدا ہو گئی تھی، وہ خود غرض اور نفس پرست بن گیا تھا جس دل کو گھن لگ جائے، جو من پاپی ہو جائے آپ اس کو جرائم سے کسی طرح روک نہیں سکتے، آپ اس کو بیڑیوں میں جکڑ کر کے بھی رکھیں گے تب بھی ان چیزوں سے محفوظ نہیں رکھ سکتے۔

مصنوعی صورت حال

آج جو صورت حال ہے بالکل مصنوعی اور غیر فطری ہے، اس میں باقی رہنے کی صلاحیت ہی نہیں، یہ اہل ملک کی کمزوری ہے کہ ہم اس صورت حال کو

www.abulhasanalinadwi.org

برداشت کر رہے ہیں، میں بغاوت کا نعرہ نہیں دیتا، میں انقلاب کا بھی نعرہ نہیں دیتا، میں اصلاح کا نعرہ دیتا ہوں، میں انسانی حقوق کی اپیل کر رہا ہوں، ہندوستانی ہونے کے ناطے یہ اپیل کر رہا ہوں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے، میرا اگر ان بلند پایہ شخصیتوں اور تحریکوں سے تعلق نہ ہوتا، جنہوں نے سب سے پہلے اس ملک کی آزادی کا خواب دیکھا تھا اور اس کی آزادی کی لڑائی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا تو میں اتنی صاف گوئی سے کام نہ لے سکتا، لیکن میرا دل وضمیر اس تلخ نوائی اور تنقید کے باوجود مطمئن ہے، کیونکہ میرے اوپر میرے اسلاف اور بزرگوں کا ریکارڈ نہ صرف صاف اور پاک ہے بلکہ درخشاں اور تاباں ہے۔

(خوفِ خدا اور حب الوطنی

کسی ملک یا قوم کے تحفظ وبقاء کے لئے اور افراد کو خود غرضی، ظلم، بے ایمانی اور خیانت سے بچانے کے لئے اصل طاقت تو خدا کا عقیدہ اور خوف ہے، جب کسی انسان کے دل ودماغ میں یہ عقیدہ جاگزیں ہو جائے کہ ایک ایسی بالاتر ہستی ہے جو اندھیرے اُجالے میں میری نگراں ہے اور مجھے اس کے سامنے جواب دہی کرنی ہے تو وہ کوئی غلط کام نہیں کر سکتا، اصلاح کے لئے اس سے بہتر کوئی نسخہ نہیں، یہ وہ اصل طاقت ہے جو چوروں کو پاسباں بناتی ہے)

اس کے بعد کسی درجہ میں کوئی طاقت اس کو تباہی سے بچا سکتی ہے تو وہ سچی حب الوطنی ہے، یہ احساس ہو کہ یہ ہمارا ملک ہے، ہمارا شہر ہے۔ خدانخواستہ کسی ملک میں یہ دونوں جذبے ختم ہو جائیں تو دُنیا کی کوئی طاقت اس کو تباہی سے بچا

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں سکتی، کوئی فلسفہ، اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم، ایک لاکھ یونیورسٹیاں کام آ نہیں سکتیں۔ یورپ آج جذبۂ حب الوطنی کی وجہ سے باقی ہے۔ اس نے دو عظیم جنگیں جھیلیں ہیں، یورپ دو مرتبہ خون کے دریا میں نہایا ہے۔ ہم پر تو صرف خون کے چھینٹے پڑے ہیں، یورپ تو خون کے سمندر میں پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں ڈوب کر نکلا ہے۔ جنگ عظیم میں بعض بڑے بڑے شہر تباہ ہو گئے تھے مگر وہاں کے لوگوں کی سچی حب الوطنی تھی جس نے پھر انہیں دُنیا کے نقشے پر اہمیت دلادی۔ کھنڈر اور ملبہ پر ایک نیا ملک، ایک نیا شہر وجود میں آیا، یورپ میں ہزار خرابیاں، الحاد و دہریت، فسق و فجور اور عیش و عشرت کی ترقی ہے، مگر سچی حب الوطنی، انصاف پسندی، ذمہ داری کا احساس اور ہر شہری کے حقوق کی حفاظت اور جان و مال کے تحفظ کے احساس نے اس کو تھام رکھا ہے۔

اگر کسی ملک یا قوم میں نہ تو خوفِ خدا ہو، نہ سچی حب الوطنی ہو تو اس کو تعمیری منصوبے اور مادی ترقیاں تباہی سے بچا نہیں سکتیں۔ اہل ملک اس صورت حال پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔

مسلمانوں کی دوہری ذمہ داری

آخر میں میں اپنے مسلمان دوستوں اور بھائیوں سے کہوں گا کہ ان کی اس موقع پر دوہری ذمہ داری ہے، ایک تو یہ کہ ان کا مذہبی صحیفہ قرآن اور ان کے پیغمبر کی تعلیم ان کو نہ صرف اس عام بگاڑ، اس پھیلی ہوئی آگ، اور دولت کی پرستش کے اس بہتے ہوئے گندے پانی سے بچنے کی تلقین کرتی ہے بلکہ ان پر اس کو روکنے اور اس سے لوگوں کو بچانے کی ذمہ داری بھی عائد کرتی ہے۔ ان کو ان کے

www.abulhasanalinadwi.org

پیغمبر نے صاف طریقہ پر سمجھادیا ہے کہ اگر کسی کشتی کے کسی سوار کو بھی ایسی حرکت سے باز رکھنے کی کوشش نہ کی گئی جس سے یہ کشتی خطرہ میں پڑ جاتی ہے اور یہ کشتی ڈوبی تو پھر اس کشتی کا کوئی سوار بھی بچ نہیں سکے گا، اور یہ کشتی نیک و بد، قصوروار اور بے قصور، سوتے جاگتے سب کے ساتھ ڈوب جائے گی۔ اور اس وقت کوئی نیکی اور کوئی دانائی کام نہ آئے گی۔)

ان کی دوسری ذمہ داری کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس ملک میں انسانیت کے احترام، عدل و مساوات اور سماجی انصاف کا پیغام لیکر آئے تھے اور انہوں نے اس ملک کی بڑے نازک وقتوں میں مدد کی، یہ پیغام ان کی مذہبی تعلیمات میں اب بھی پورے طور پر محفوظ ہے۔ اگر انہوں نے ملک کی سوسائٹی کی اس ڈوبتی یا ڈگمگاتی کشتی کو بچانے کی امکانی کوشش نہ کی، تو وہ خدا کے سامنے قصوروار اور گنہگار ٹھہریں گے اور تاریخ میں فرض ناشناس بلکہ احسان فراموش اور مجرم قرار پائیں گے۔

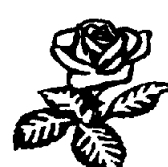

www.abulhasanalinadwi.org

کل ہند تحریک پیامِ انسانیت

۲۸-۲۹ اور ۳۰ دسمبر ۱۹۷۴ء کو الٰہ آباد سے ایک نئے تجربہ کا آغاز ہوا ملک کی دن بدن بگڑتی ہوئی صورت حال اور یہاں انسانی اور اخلاقی قدروں کی پامالی سے متاثر ہو کر مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (سابق ناظم ندوۃ العلماء) نے بلا تفریق مذہب وملت ہر طبقہ سے رابطہ اور خطاب کی مہم شروع فرمائی۔

مولانا کی اس دعوت وفکر کو ملک کی ایک ہمہ گیر انسانی اور اخلاقی تحریک اور مہم (Campaign) کی شکل دینے کے لئے لکھنؤ میں "کل ہند تحریک پیامِ انسانیت" کا قیام عمل میں آیا ہے۔ یہ کوئی نئی جماعت یا سیاسی پارٹی نہیں بلکہ یہ ایک نئی اور مانوس صدا لگانے والوں کا ایک مشترکہ پلیٹ فارم ہے۔

اگر آپ اس تحریک ودعوت کو ملک کے لئے ضروری سمجھتے ہیں تو اس نئے کاروانِ حق اور قافلۂ انسانیت کے ساتھ شامل ہوجائیے۔

****

اس پتہ پر رابطہ قائم کریں

تحریک پیامِ انسانیت، پوسٹ بکس ۹۳۔ ندوہ، لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org